AL-ILM Journal

Volume 6, Issue 2

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title

روایات سیرت میں اختلاف کا تطبیقی وترجیحی جائزہ

"الرّحیق المختوم" کے تناظر میں

Author (s): Nosheen Riaz
Aqil Khan
Kamran

Received on: 24 September, 2022
Accepted on: 05 November, 2022

Published on: 10 December, 2022
Citation: English Names of Authors, "Rawayat e Seerat Main Ikhtilaf ka Tatbiqi wa Tarjeehi Jaiza "Al-Raheeq ul Makhtoom" ky Tanazur Main.", AL-ILM 6 no 2 (2022):143-156
Publisher: Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

روایاتِ سیرت میں اختلاف کا تطبیقی و ترجیحی جائزہ "الرّحیق المختوم" کے تناظر میں

نوشین ریاض*

عقیل خان**

کامران***

Abstract

The life of Prophet Muhammad (saw) is profound and vast subject. It has always been the center of attention for scholars whether Muslim researchers or even for the orientalists. It is nearly impossible to chart the work done on the life of Prophet Muhammad (saw). Every biographer has studied and presented different aspects of the life of Muhammad (saw) in a new perspective. This subject has been penned down in almost every language on the planet. Since the biography of the prophet is dependent on traditions and imitation, dissension is natural to occur in this regard. On this dissent in traditions regarding the aforementioned subject, a lot of scholars have worked for conformity and preference in the traditions. Every author has tried to avoid this dissent. In Urdu biographical literature Maulana Safi ur Rahman's book "Al Raheeq al Makhtoom" is a fundamental book in which he has analyzed these dissents and has established conformity and preference in it. In this Research article, these dissents in the traditions regarding Muhammad's (saw) life will be analyzed in "Al Raheeq Ul makhtoom" perspective.

Keywords: Seerat, Tarjeh Wa Tathbiq, Al Raheeq Ul Makhtoom

تعارف و اہمیت موضوع:

سیرۃ النبی ﷺ کا موضوع ایک وسیع اور عمیق موضوع ہے جو ہمیشہ سے محققین خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم مستشرقین، کی علمی تگ و تاز کا مرکز رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیّبہ پر اتنا لٹریچر لکھا گیا ہے جس کا شمار ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے اور ہر سیرت نگار نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی مختلف پہلوؤں کی کھوج لگا کر اسے ایک نئے انداز اور اسلوب میں مطالعہ کیا۔ تقریباً دنیا کی ہر زبان میں سیرت پر کام ہوا ہے۔ پھر چوں کہ سیرت کا دارومدار روایت اور نقل پر ہے، اور روایت اور نقل میں اختلاف کا ہونا ایک فطری امر ہے۔ روایات سیرت میں اس اختلاف کے تطبیق یا ترجیح پر مختلف اہل علم نے کام کیا ہے، اور ہر مصنف نے اپنے نقطہ نظر سے

---

*ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان

**خطیب، GPGC، مردان

***ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان

اس اختلاف کو رفع کیا ہے۔ اردو ادبیات سیرت میں مولانا صفی الرحمان مبارکپوری کی کتاب "الرحیق المختوم" ایک اساسی کتاب ہے، جس میں مصنف نے اپنے انداز میں ان اختلافات کا جائزہ لے کر ان میں تطبیق و ترجیح قائم کی ہے۔ زیر نظر تحقیقی مضمون میں سیرت کی ان اختلافی روایات کا تطبیقی اور ترجیحی جائزہ اسی کتاب "الرحیق المختوم" کے تناظر میں لیا گیا ہے۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:

روایت سیرت میں اختلاف کی صورت میں تطبیق یا ترجیح میں متنوع پہلوؤں سے کام ہوا ہے، جن میں مختلف کتابوں یا مصنفین کے مناہج کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ جیسے "روایات سیرت میں محدثین اور اہل سِیر کا منہج اور اختلاف کے اسباب، مقالہ نگار: حافظ محمد عبد القیوم، اسی طرح "سیرت نگاری اور اصول روایت و درات، مقالہ نگار: محمد جنید انور۔

لیکن تاحال اس کتاب "الرّحیق المختوم" کے منہج کے اصول کو مد نظر رکھ کر روایات سیرت میں تطبیق اور ترجیح پر تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔ اس لیے اسکالرز نے اس تحقیقی کاوش کی افادیت کو مد نظر رکھ کر اس پر کام کیا۔

1۔ آغاز وحی کا مہینہ، دِن اور تاریخ کے اقوال میں ترجیح:

قرآن مجید کا نزول کس مہینہ میں ہوا۔ اس کے بارے میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔ بعض اہل سِیَر اس کو ربیع الاوّل کا مہینہ قرار دیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینے میں حضور ﷺ کو نبوّت سے سرفراز کیا گیا۔ چنانچہ اس حوالے سے مؤلف الرحیق المختوم لکھتے ہیں:

"مؤرخین میں بڑا اختلاف ہے کہ نبی ﷺ کس مہینے میں شرفِ نبوّت اور اعزازِ وحی سے سرفراز ہوئے۔ بیشتر سیرت نگار کہتے ہیں کہ یہ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا[1]۔ ہمارے نزدیک دوسرا قول زیادہ صحیح ہے کہ یہ رمضان کا مہینہ تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ[2]۔ "رمضان کا مہینہ ہی وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن پاک نازل کیا گیا"۔ اور معلوم ہے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے۔ یہی لیلۃ القدر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں بھی مُراد ہے۔اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ[3]۔ "ہم نے قرآن مجید کو ایک بابرکت رات میں اتارا ہم لوگوں کو عذاب کے خطرے سے آگاہ کرنے والے ہیں"۔ دوسرے قول کی ایک وجہ ترجیح یہ بھی ہے کہ حراء میں رسول اللہ ﷺ کا قیام ماہِ رمضان میں ہوا کرتا تھا۔ اور معلوم ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حراء ہی میں تشریف لاتے تھے"[4]۔

مذکورہ بالا اقتباس میں صاحب کتاب نے نزول قرآن کا مہینہ رمضان کو ترجیح دے دیا، اور وجہ ترجیح کے لیے دلیل بھی ذکر کیا۔

پھر جو اہل علم رمضان المبارک میں نزول وحی کے قائل ہیں ان میں پھر اختلاف ہے کہ اس دن رمضان کی کون سی تاریخ تھی۔ بعض سات رمضان کہتے ہیں، بعض سترہ، اور بعض اٹھارہ[5]۔ علامہ خضری کا اصرار ہے کہ یہ سترھویں تاریخ تھی[6]۔ لیکن مصنف نے 21 رمضان کی تاریخ کو راجح قرار دیا، جو کہ مصنف کے نزدیک ابداعی قول ہے، ذیل میں عبارت ملاحظہ ہو:

"میں نے 21 تاریخ کو ترجیح دی ہے۔ حالانکہ مجھے اس کا کوئی قائل نظر نہیں آیا۔ کہ بیشتر سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ کی بعثت دوشنبہ کے روز ہوئی تھی اور اس کی تائید ابو قتادہؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دوشنبہ کے دن کے روزے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا۔ اور جس میں مجھے پیغمبر بنایا گیا۔ یا جس میں مجھ پر وحی نازل کی گئی[7]۔ اور اس سال رمضان میں دوشنبہ کا دن 7، 14، 21، اور 28 تاریخوں کو پڑا تھا۔ ادھر صحیح روایات سے یہ ثابت اور معین ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں پڑتی ہے۔ اور ان ہی طاق راتوں میں منتقل بھی ہوتی رہتی ہے۔ اب ہم ایک طرف اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دیکھتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں نازل کیا، دوسری طرف ابو قتادہؓ کی یہ روایت دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دوشنبہ کے روز مبعوث فرمایا گیا، تیسری طرف تقویم کا حساب دیکھتے ہیں کہ اس سال رمضان میں دوشنبہ کا دن کن کن تاریخوں میں پڑا تھا تو متعین ہو جاتا ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت اکیسویں رمضان کی رات میں ہوئی۔ اس لیے یہی نزول وحی کی پہلی تاریخ ہے"[8]۔

2۔ وحی کی بندش کی مدت میں اختلاف:۔

اسی طرح جب وحی کا سلسلہ شروع ہوا، تو اس کے بعد اس میں انقطاع آ گیا، اس انقطاع کی مدت میں اہل سیر کا اختلاف ہے۔ تو اس سلسلے میں ابن سعد نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہ بندش چند دنوں کے لیے تھی اور سارے پہلوؤں پر نظر ڈالنے کے بعد صاحب کتاب کے نزدیک یہ بات راجح ہے، کہ یہ انقطاع چند دنوں کے لیے تھا۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ وحی کی بندش تین سال یا ڈھائی سال تک رہی تو یہ قطعاً صحیح نہیں ۔ وحی کی اس بندش کے عرصے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم حزین و غمگین رہے اور آپ پر حیرت و استعجاب طاری رہا۔ چنانچہ صحیح بخاری کتاب التعبیر کی روایت ہے:

"وَفَتَرَ الوَحْيُ فَتْرَةً حَتَّى حَزِنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،فِيمَا بَلَغَنَا، حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدَّى مِنْ رُءُوسِ شَوَاهِقِ الجِبَالِ، فَكُلَّمَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ مِنْهُ نَفْسَهُ تَبَدَّى لَهُ

جِبْرِيلُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا، فَيَسْكُنُ لِذَلِكَ جَأْشُهُ، وَتَقِرُّ نَفْسُهُ، فَيَرْجِعُ، فَإِذَا طَالَتْ عَلَيْهِ فَتْرَةُ الوَحْيِ غَدَا لِمِثْلِ ذَلِكَ، فَإِذَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ"[9]

"وحی بند ہو گئی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر غمگین ہوئے کہ کئی بار بلند و بالا پہاڑ کی چوٹیوں پر تشریف لے گئے کہ وہاں سے لڑھک جائیں لیکن جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے کہ اپنے آپ کو لڑھکا لیں تو حضرت جبریل علیہ السلام نمودار ہوتے اور فرماتے: "اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے رسول حق ہیں۔" اور اس کی وجہ سے آپ کا اضطراب تھم جاتا۔ نفس کو قرار آجاتا اور آپ واپس آجاتے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی بندش طول پکڑ جاتی تو آپ پھر اسی جیسے کام کے لیے نکلتے لیکن جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے تو حضرت جبریل علیہ السلام نمودار ہو کر پھر وہی بات دُہراتے"۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں:

کہ (یعنی وحی کی چند روز بندش) اس لیے تھی تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو خوف طاری ہو گیا تھا وہ رخصت ہو جائے اور دوبارہ وحی کی آمد کا شوق و انتظار پیدا ہو جائے[10]۔ چنانچہ جب حیرت کے سائے سُکڑ گئے، حقیقت کے نقوش پختہ ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدائے بزرگ و برتر کے نبی ہو چکے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو شخص آیا تھا وہ وحی کا سفیر اور آسمانی خبر کا ناقل ہے اور اس طرح وحی کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق و انتظار اس بات کا ضامن ہو گیا کہ آئندہ وحی کی آمد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم رہیں گے اور اس بوجھ کو اُٹھالیں گے، تو حضرت جبریل علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے۔

صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بندشِ وحی کا واقعہ سُنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہتے تھے:

" فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ، فَإِذَا المَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ قَاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الأَرْضِ، فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ: زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَزَمَّلُونِي، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: {يَا أَيُّهَا المُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ} إِلَى قَوْلِهِ

{فَاهْجُرْ}11"12

"میں چلا جا رہا تھا کہ مجھے اچانک آسمان سے ایک آواز سنائی دی۔ میں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس حراء میں آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں اس سے خوف زدہ ہو کر زمین کی طرف جا جھکا۔ پھر میں نے اپنے اہل خانہ کے پاس آکر کہا مجھے چادر اوڑھا دو، مجھے چادر اوڑھادو۔ انھوں نے چادر اوڑھادی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ﴿یایہا المدَّثِر.... والرّجْزَ فاهجُرْ﴾ تک نازل فرمائی پھر (نزول) وحی میں گرمی آگئی اور وہ پیاپے نازل ہونے لگی"۔

اس روایت کے تناظر میں مصنف اپنے قول کی ترجیح یوں بیان کرتے ہیں:[13]

"اس روایت کے بعض طرق کے آغاز میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: میں حراء میں اعتکاف کیا۔ اور جب اپنا اعتکاف پورا کر چکا تو نیچے اترا۔ پھر جب بطنِ وادی سے گذر رہا تھا تو مجھے پکارا گیا۔ میں نے دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھا، کچھ نظر نہ آیا۔ اُوپر نگاہ اٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ۔۔۔۔الخ۔ اہلِ سیر کی تمام روایات کے مجموعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ نے تین سال حراء میں ماہ رمضان کا اعتکاف کیا تھا اور نزولِ وحی والا رمضان تیسرا یعنی آخری رمضان تھا۔ اور آپؐ کا دستور تھا کہ آپؐ رمضان کا اعتکاف مکمل کر کے پہلی شوّال کو سویرے ہی مکہ آجاتے تھے۔ مذکورہ روایت کے اس بات کو جوڑنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ والی وحی پہلی وحی کے دس دن بعد یکم شوّال کو نازل ہوئی تھی۔ یعنی بندش وحی کی کُل مدّت دس دن تھی"۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے مصنف کا موقف واضح ہو گیا، کہ وہ فترۃ الوحی کی مدت کو دس دن مانتے ہیں، اور اس کے علاوہ اقوال کی تضعیف کرتے ہیں۔

3۔ شعب ابی طالب کے صحیفہ چاک کیا جانے کا واقعہ:

نبوت کے ساتویں سال جب مشرکین مکہ ہر طرح کے ظلم مسلمانوں پر ڈھانے سے تھک گئے۔ تو آخر کار رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے سارے خاندان سے سوشل بائیکاٹ کا ایک معاہدہ کر لیا۔ جو کہ تین سال تک جاری رہا۔ مصنّف الرّحیق المختوم اس واقعے کے خاتمے کے مہینے کو محرّم 10 نبوی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

"ابو طالب کی وفات صحیفہ پھاڑے جانے کے چھ ماہ بعد ہوئی۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ ان کی موت رجب کے مہینے میں ہوئی تھی۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کی وفات رمضان میں ہوئی تھی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی وفات صحیفہ پھاڑے جانے کے چھ ماہ بعد نہیں بلکہ آٹھ ماہ اور چند دن بعد ہوئی تھی۔ دونوں صورتوں میں وہ مہینہ جس میں صحیفہ پھاڑا گیا، محرّم ثابت ہوتا ہے[14]"۔

4۔ ابو طالب کی وفات:

ابو طالب کی وفات شعب ابی طالب کی محصوری کے خاتمے کے بعد کب ہوئی؟ اس میں اختلاف ہے، بعض اہل سیر کے نزدیک رمضان کے مہینہ میں ہوئی تھی، اور بعض کے نزدیک 10 رجب نبوی کو ہوئی تھی۔ چنانچہ مصنّف ان دونوں اقوال کو ذکر کرنے کے بعد قول راجح کی تعیین یوں کرتے ہیں:

"سیرت کے مآخذ میں بڑا اختلاف ہے کہ ابو طالب کی وفات کس مہینے میں ہوئی۔ ہم نے رجب کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ بیشتر مآخذ کا اتفاق ہے کہ ان کی وفات شعب ابی طالب سے نکلنے کے چھ ماہ بعد ہوئی۔ اور محصوری کا آغاز 7 نبوی کی چاندرات سے ہوا تھا۔ اس حساب سے ان کی موت کا زمانہ رجب 10 نبوی ہی ہوتا ہے[15]"۔

مذکورہ بالا اقتباس میں وفات ابی طالب کی تاریخ مصنف کے نزدیک 10 رجب نبوی ہے، اور اسی کو وہ راجح سمجھتے ہیں۔

5۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر اوّلیت بیعت کا شرف کس نے حاصل کی؟

نبوّت کے تیرہویں سال موسم حج میں یثرب کے ستّر سے زیادہ مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ تشریف لائے۔ یہ لوگ اپنی قوم کے مشرک حاجیوں میں شامل ہو کر آئے تھے اور ابھی یثرب ہی میں تھے یا مکے کی راستے ہی میں تھے کہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ہم کب تک رسول اللہ ﷺ کو یوں ہی مکّے کے پہاڑوں میں چکر کاٹتے، ٹھوکریں کھاتے اور خوف زدہ رکھیں چھوڑیں گے؟۔ لہٰذا اس موقع پر جو بیعت ہوئی اس کو بیعت عقبہ ثانی کا نام دیا جاتا ہے۔ اب اس موقع پر رسول اللہ ﷺ سے سب سے پہلے کس نے بیعت کی تو اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ بنو النجار کہتے ہیں کہ ابو امامہ اسعدؓ بن زرارہ سب سے پہلے آدمی ہیں جنہوں نے آپ ﷺ سے ہاتھ ملایا۔ ابن اسحاق کا یہ بھی بیان ہے کہ بنو عبد الاشہل کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ابو الہیثم بن تیہان نے بیعت کی اور حضرت کعبؓ بن مالک کہتے ہیں کہ براءؓ بن معرور نے کی[16]۔ اور اس کے بعد بیعت عامہ ہوئی۔ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک ایک آدمی کر کے اُٹھے اور آپ ﷺ نے ہم سے بیعت لی اور اس کے عوض جنت کی بشارت دی۔ صفی الرحمان مبارک پوری نے ان اقوال میں تطبیق یوں دی ہے:

تطبیق:

"راقم کا خیال ہے کہ ممکن ہے کہ بیعت سے پہلے نبی ﷺ سے حضرت ابو الہیثم اور براءؓ کی جو گفتگو ہوئی تھی۔ لوگوں نے اسی کو بیعت شمار کر لیا ہو ورنہ اس وقت آگے بڑھائے جانے کے سب سے زیادہ حق دار حضرت اسعدؓ بن زرارہ ہی تھے۔ واللہ اعلم[17]"

6۔ ہجرت کے موقع پر گھر سے غار تک کا سفر:۔

رسول اللہ ﷺ 27 صفر 14 نبوت مطابق 12۔13 ستمبر 622ء کی درمیانی رات اپنے مکان سے نکل کر جان و مال کے سلسلے میں اپنے سب سے قابل اعتماد ساتھی ابو بکرؓ کے گھر تشریف لائے تھے اور وہاں پیچھے کی ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے باہر کی راہ لی تھی تا کہ مکّہ سے جلد از جلد یعنی طلوعِ فجر سے پہلے پہلے نکل جائیں۔ چنانچہ صفر 14 نبوّت کے بارے میں آپ لکھتے ہیں کہ:

"صفر کا یہ مہینہ چودھویں سنہ نبوت کا اس وقت ہو گا جب سن کا آغاز محرّم کے مہینے سے مانا جائے اور اگر سنہ کی ابتداء اسی مہینے سے کریں جس میں آپ ﷺ کو نبوّت سے مشرّف کیا گیا تھا تو صفر کا یہ مہینہ قطعی طور پر تیرہویں سنہ نبوت کا ہو گا۔ عام اہلِ سِیَر نے کہیں پہلا حساب اختیار کیا ہے اور کہیں دوسرا۔ جس کی وجہ سے وہ واقعات کی ترتیب میں خبط اور غلطی میں پڑ گئے ہیں ہم نے سنہ کا آغاز محرّم سے مانا ہے[18]۔

7۔ قباء میں تشریف آوری کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر:

دوشنبہ 8 ربیع الاوّل 14 نبوت یعنی 1 ہجری مطابق 23 ستمبر 622ء کو رسول اللہ ﷺ قباء میں وارد ہوئے۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ مسلمانان مدینہ نے مکہ سے رسول اللہ ﷺ کی روانگی کی خبر سن لی تھی۔ اس لیے لوگ روانہ صبح ہی صبح حَرّہ کی طرف نکل جاتے اور آپؐ کی راہ تکتے رہتے۔ جب دوپہر کو دھوپ سخت ہو جاتی تو واپس چلے آتے۔ ایک روز طویل انتظار کے بعد لوگ اپنے گھروں کو پہنچ چکے تھے کہ ایک یہودی اپنے کسی ٹیلے پر کچھ دیکھنے کے لیے چڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے رفقاء سفید کپڑوں میں ملبوس۔۔ جن سے چاندنی چھلک رہی تھی۔۔ تشریف لا رہے ہیں۔ اس نے بے خود ہو کر نہایت بلند آواز سے کہا: "عرب کے لوگو! یہ رہا تمہارا نصیب جس کا تم انتظار کر رہے تھے"۔ یہ سنتے ہی مسلمان ہتھیاروں کی طرف دوڑ پڑے[19]۔ (اور ہتھیار سج دھج کر استقبال کے لیے اُمڈ پڑے)۔ اس وقت نبی کریمؐ کی عمر کے بارے میں مصنّف لکھتے ہیں کہ:

"اس دن نبی کریمؐ کی عمر بغیر کسی کمی بیشی کے ٹھیک ترپن سال ہوئی تھی اور جو لوگ آپؐ کی نبوت کا آغاز 9 ربیع الاوّل 41 عام الفیل سے مانتے ہیں ان کے قول کے مطابق آپؐ کی نبوت پر ٹھیک تیرہ سال پورے ہوئے تھے۔

البتہ جو لوگ آپؐ کی نبوت کا آغاز رمضان 41 عام الفیل کو مانتے ہیں ان کے قول کے مطابق بارہ سال پانچ مہینہ اٹھارہ دن یا بائیس دن ہوئے تھے[20]"۔

8۔ قباء میں قیام کے بارے میں مختلف روایات میں تطبیق:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء میں کل چار دن (دوشنبہ، منگل، بدھ، جمعرات) یا دس سے زیادہ دن قیام فرمایا اور اسی دوران مسجد قباء کی بنیاد رکھی، اور اس میں نماز بھی پڑھی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد پہلی مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ پانچویں دن (یا بارہویں دن) جمعہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم الٰہی کے مطابق سوار ہوئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو النجار کو۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموؤں کا قبیلہ تھا۔ اطلاع بھیج دی تھی۔ چنانچہ وہ تلوار حمائل کیے حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی معیت میں) مدینہ کا رخ کیا۔ بنو سالم بن عوف کی آبادی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت آگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطن وادی میں اس مقام پر جمعہ پڑھا جہاں اب مسجد ہے، کل ایک سو آدمی تھے[21]۔

یہ ابن اسحاق کی روایت ہے[22]۔ اسی کو علامہ منصور پوری نے اختیار کیا ہے[23]۔

"لیکن صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے قباء میں 24 رات قیام فرمایا[24] مگر ایک اور روایت میں دس روز سے چند زیادہ اور (1/555) اور ایک تیسری روایت میں چودہ رات [25] بتایا گیا ہے۔ ابن قیم نے اسی آخری روایت کو اختیار کیا ہے مگر ابن قیم نے خود تصریح کی ہے کہ آپؐ قباء میں دوشنبہ کو پہنچے تھے اور وہاں سے جمعہ کو روانہ ہوئے تھے[26]۔ اور معلوم ہے کہ دوشنبہ اور جمعہ دو الگ الگ ہفتوں کا لیا جائے تو پہنچ اور روانگی کا دن چھوڑ کر کل مدت دس دن ہوتی ہے اور پہنچ اور روانگی کا دن شام کر کے 12 دن ہوتی ہے[27]۔ اس لیے کل مدت 14 دن کیسے ہو سکے گی۔ یعنی کل مدت چودہ دن درست نہیں"۔

خلاصہ یہ کہ مصنف نے 12 دن کی مدت کو قول راجح قرار دیا ہے۔

9۔ غزوۂ بحران:۔

یہ ایک بڑی فوجی طلایہ گردی تھی جس کی تعداد تین سو تھی۔ اس فوج کو لے کر رسول اللہ ﷺ ماہ ربیع الآخر 3ھ میں بحران نامی ایک علاقے کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ یہ حجاز کے اندر فرع کے اطراف میں ایک معدنیاتی مقام ہے۔ اور ربیع الآخر اور جمادی الاولیٰ کے دو مہینے وہیں قیام فرما رہے۔ اس کے بعد مدینہ واپس تشریف لائے۔ کسی قسم کی لڑائی سے سابقہ پیش نہ آیا[28]۔

"اس غزوے کے اسباب کے تعیین میں مآخذ مختلف ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ بنو سلیم مدینہ اور اطراف مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے بہت بڑے پیمانے پر جنگی تیاریاں کر رہے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ آپؐ قریش کے کسی قافلے کی تلاش میں نکلے تھے۔ ابن ہشام نے یہی سبب ذکر کیا ہے اور ابن قیم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ پہلا سبب سرے سے ذکر نہیں کیا ہے۔ چنانچہ یہی بات درست بھی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ بنو سلیم فرع کے اطراف میں آباد نہیں تھے بلکہ نجد میں آباد تھے جو کہ فرع سے بہت زیادہ دور ہے[29]"۔

10۔ غزوۂ بنی المصطلق یا غزوۂ مریسیع 5 یا 6ھ کے وقوع میں مختلف روایات میں تطبیق:۔

یہ غزوہٴ اہلِ سِیر کے بقول شعبان 5 ہجری یا 6 ہجری میں پیش آیا۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اسی غزوہ سے واپسی میں افک (حضرت عائشہؓ پر جھوٹی تہمت لگائے جانے) کا واقعہ پیش آیا۔ اور معلوم ہے کہ یہ واقعہ حضرت زینبؓ سے نبی ﷺ کی شادی اور مسلمان عورتوں کے لیے پردے کا حکم نازل ہو چکنے کے بعد پیش آیا تھا۔ چونکہ حضرت زینبؓ کی شادی 5 ہجری کے بالکل اخیر میں یعنی ذی قعدہ یا ذی الحجہ 5 ہجری میں ہوئی تھی اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ غزوہ شعبان ہی کے مہینے میں پیش آیا تھا۔ اس لیے یہ 5 ہجری کا شعبان نہیں بلکہ 6 ہجری کا شعبان ہو سکتا ہے۔ دوسری طرف جو لوگ اس غزوہ کا زمانہ شعبان 5ھ بتاتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے حدیثِ افک کے اندر اصحابِ افک کے سلسلے میں حضرت سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ کے درمیان سخت کلامی کا ذکر موجود ہے۔ اور معلوم ہے کہ سعد بن معاذؓ 5ھ کے اخیر میں غزوہ بنو قریظہ کے بعد انتقال کر گئے تھے۔ اس لیے واقعہ افک کے وقت ان کی موجودگی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ اور یہ غزوہ 6ھ میں نہیں بلکہ 5ھ میں پیش آیا۔

اس کا جواب فریق اوّل نے یہ دیا ہے کہ حدیث افک میں حضرت سعد بن معاذؓ کا ذکر راوی کا وہم ہے کیونکہ یہی حدیث حضرت عائشہؓ سے ابن اسحاقؒ نے بہ سند زہری عن عبد اللہ بن عتبہ عن عائشہؓ روایت کی ہے تو اس میں سعدؓ بن معاذ کے بجائے اسید بن حضیرؓ کا ذکر ہے۔ چنانچہ امام ابو محمد بن حزم فرماتے ہیں کہ بلاشبہ یہی صحیح ہے اور سعدؓ بن معاذ کا ذکر وہم ہے[30]۔

"راقم عرض پرداز ہے کہ گو فریق اوّل کا استدلال خاصہ وزن رکھتا ہے (اور اسی لیے ابتداء میں ہمیں بھی اس سے اتفاق تھا)۔ لیکن غور کیجیے تو معلوم ہو گا کہ اس استدلال کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ نبیؐ سے حضرت زینبؓ کی شادی 5ھ کے اخیر میں ہوئی تھی درآنحالیکہ اس پر بعض قرائن کے سوا کوئی ٹھوس شہادت موجود نہیں ہے۔ جبکہ واقعہٴ افک میں اس کے بعد حضرت سعدؓ بن معاذ (م۔5ھ) کی موجودگی متعدد صحیح روایات سے ثابت ہے جنہیں

وہم قرار دینا مشکل ہے۔ اس لیے ایسا کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضرت زینبؓ کی شادی 5 ہجری کے اوائل میں ہوئی ہو اور واقعۂ افک اور غزوۂ بنی المصطلق شعبان 5 ہجری میں پیش آیا ہو[31]"۔

11۔ برادرانِ قریش کے قبول اسلام کی تاریخ میں اختلاف:۔

معاہدۂ صلح حدیبیہ کے بعد 7ھ کے اوائل میں حضرت عمر بن عاص، خالد بن ولید اور عثمانؓ بن طلحہ رضی اللہ عنہم مسلمان ہوگئے۔ جب یہ لوگ خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہمارے حوالے کر دیا ہے۔

اس بارے میں سخت اختلاف ہے کہ یہ صحابہ کرامؓ کس سن میں اسلام لائے۔ اسماء الرجال کی عام کتابوں میں اسے 8ھ کا واقعہ بتایا گیا ہے۔ لیکن نجاشی کے پاس حضرت عمرو بن عاصؓ کے اسلام لانے کا واقعہ معروف ہے جو سن 7ھ کا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت خالدؓ اور حضرت عثمانؓ بن طلحہ اس وقت مسلمان ہوئے تھے جب حضرت عمروؓ بن عاص حبشہ سے واپس آئے تھے کیونکہ انہوں نے حبشہ واپس اکر مدینہ کا قصد کیا۔ تو راستے میں ان دونوں سے ملاقات ہوئی۔ اور تینوں حضرات نے ایک ساتھ خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سبھی حضرات 7ھ کے اوائل میں مسلمان ہوئے[32]۔

نتائج بحث

اس بحث سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے پیش آئے:

1-صاحب الرحیق المختوم کے نزدیک آغاز وحی کی تاریخ میں راجح قول 21 رمضان المبارک ہے۔

2-فترۃ الوحی کی مدت میں مصنف کے نزدیک راجح قول دس دن ہے۔

3۔ مصنف کے نزدیک وفات ابو طالب کی تاریخ میں راجح 10 رجب نبوی ہے۔

4-قباء میں قیام کی مدت مصنف نے 12 دن والے کو قول راجح قرار دیا ہے۔

5-برادرانِ قریش کے قبول اسلام کی تاریخ میں مصنف کے نزدیک راجح قول 7ھ ہے۔

تجاویز وسفارشات

اس بحث کے تناظر میں ذیل کے سفارشات پیش کیے جاتے ہیں:

1۔ الرحیق المختوم کتاب کی از نو تخریج و تحقیق کی سفارش کی جاتی ہے۔

2- الرحیق المختوم اور سیرت رحمۃ للعالمین (منصور پوری) کے تقابلی جائزہ کے عنوان سے تحقیقی مضمون کی سفارش کی جاتی ہے۔

3-روایات سیرت میں اختلاف کا تطبیقی وترجیحی جائزہ سیرۃ النبی ﷺ (شبلی نعمانی) کے تناظر میں عنوان سے تحقیقی مضمون کی سفارش کی جاتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 مختصر السیرۃ الرسول از شیخ عبداللہ ص۔75

Sheikh Abdullah, Mukhtasir Seerat e Rasool, 75

2 القدر97:01

Al-Qadr 97: 1

3 الدخان59:03

Al-Dukhan 59: 3

4 صفی الرحمان مبارکپوری، "الرحیق المختوم"، (المکتبۃ السفیہ لاہور، طبع جدید) ص:97

Safi ur Rehman Mubarak Puri, Al-Raheeq ul Makhtoom, (Lahore: Maktaba Safiya,), 97

5 مختصر السیرۃ ص:75 رحمۃ للعالمین 1/49

Rahmatul lil Alamin, 1/49

6 تاریخ خضری 1/69 اور تاریخ التشریع الاسلامی 5/774

Tareekh e Khazri, 1/ 69

7 صحیح مسلم 1/358، مسند احمد 5/299، 297 بیہقی 4/286، 300 حاکم 2/6، 2

Sahih Muslim, 1/358, Masnad e Ahmad 5/ 299

8 صفی الرحمان مبارکپوری، "الرحیق المختوم" ص:98

Safi ur Rehman Mubarak Puri, Al-Raheeq ul Makhtoom,

9 صحیح البخاری، کتاب التعبیر، حدیث نمبر:6982

Sahih Bukhari, Kitaab ul Tabeer, 6982

10 فتح الباری، ابن حجر عسقلانی، (بیروت: دار المعرفۃ) 12/354

Ibn e Hajar Asqalani, Fatah ul Bari, (Berut: Dar ul Marifa,) 12/ 354

11 المدثر:5

Al-Mudassir: 5

12 صحیح البخاری، کتاب التفسیر، حدیث نمبر:4926

Sahih Bukhari, Kitab ul Tafsir, 4826

13 صفی الرحمان مبارک پوری، الرّحیق المختوم، ص:102

Safi ul Rehman Mubarik Puri, Al-Raheeq ul Makhtoom, 102

14 ایضاص:159

Ibid, 159

15 ایضاًص:165

Ibid, 165

16 ابن ہشام 1/447

Ibn e Hasham, 1/447

17 صفی الرحمان مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص:215

Safi ur Rehman Mubarak puri, Al-Raheem ul Makhtoom, 215

18 ایضاً، ص:229

Ibid, 229

19 صحیح بخاری، 1/555

Sahih Bukhari, 1/ 555

20 صفی الرحمان مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص:238

Safi ur Rehman Mubarak puri, Al-Raheem ul Makhtoom, 238

21 صحیح بخاری 1/540، 555۔ زاد المعاد 2/55۔ ابن ہشام 1/494۔ رحمۃ للعالمین 1/102۔

Sahih Bukhari, 1/ 540, Zad ul Maad, 2/55, Ibn e Hasham 1/ 494

22 ابن ہشام 1/494

Ibn e Hasham, 1/494

23 رحمۃ اللعالمین 1/102

Rahmat ul lilalameen, 1/102

24 1/61

Ibid, 1/ 61

25 (1/540)

Ibid, 1/ 540

26 زاد المعاد 2/55، 54

Zaad ul Maad, 2/ 55

27 صفی الرّحمان مبارک پوری، ص:240

Safi ur Rehman Mubarak Puri, Al-Raheeq ul Makhtoom, 240

28 ابن ہشام 2/50۔ زاد المعاد 2/91

Ibn e Hasham, 2/50

29 صفی الرحمان مبارکپوری، الرّحیق المختوم، ص:236

Safi ur rehman Mubarik Puri, Al-Raheem ul Makhtoom, 236

30 زاد المعاد 2/115

Zaad ul Maad, 2/115

31 صفی الرحمان مبارکپوری، الرّحیق المختوم، ص:443

Safi ur rehman Mubarik Puri, Al-Raheem ul Makhtoom, 443

32 صفی الرحمان مبارکپوری، الرّحیق المختوم، ص:474

Safi ur rehman Mubarik Puri, Al-Raheem ul Makhtoom, 474